مولانا محمد اسحاق خان المدنی کی قرآنی تفہیم: عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن کا تحقیقی مطالعہ

Qur'anic Orientation of Molana Muhammad Ishaq Khan al- Madani: Research Study of Tafsīr 'Umdat al Bayān fi Tafsir al Qur'ān"

Dr. Muhammad Tayyab Khan
Lecturer, Department of Quran and Tafsir,
Faculty of Arabic and Islamic Studies,
Allama Iqbal Open University, Islamabad
Email: muhammad.tayyab1@aiou.edu.pk

Abstract
This analytical study inspects the Qur'ānic orientation and narrative style of Sheikh Muhammad Ishaq Khan al-Madani (1938- 2018) in his Qur'ānic exegesis 'Umdat al-Bayān fī Tafsīr al-Qur'ān. Published in seven volumes, this exegesis is a comprehensive Urdu interpretation of the Holy Qur'ān, with a plan for twelve volumes. The research introduces the scholar's background and his approach to Qur'ānic interpretation, shedding light on his contributions to Qur'ānic studies. After completing his studies, he began teaching Qur'ānic commentary at Darul Ulūm Talīm al-Qur'ān in Plandri(AJK, Pakistan), and later at the Prophet(PBUH)'s Mosque in Madinah. His teaching continued during his missionary work in Dubai, where he delivered regular Qur'ānic lessons. The Tafsīr 'Umdat al-Bayān fī Tafsīr al-Qur'ān presents the Qur'ānic text with translation, followed by detailed exegesis. Published in December 2010 by Darul Ulūm Islamia Plandri and Madani Publications, the work is designed for ease of navigation, with comprehensive lists of topics in each volume. The impetus behind this exegesis ascended from al-Madani's realization that many existing translations and exegeses in South Asia were outdated, incomplete or misleading. He aimed to provide a translation that adhered to modern language while staying true to the original Qur'ānic message. In his preface, al-Madani explains his approach, which balances literal translation and free interpretation, making it accessible and impactful for contemporary readers. The exegesis is also characterized by its scholarly rigor, referencing authentic narrations and addressing misinterpretations and deviations found in earlier and contemporaries' works. Sheikh al-Madani's aim is not only to clarify the Qur'ānic message but also to correct misconceptions, ensuring that future generations have access to a true and clear understanding of the Qur'ān.

Keywords: Qur'ānic understanding, Ishaq Khan al-Madani, 'Umdah al Bayan, Analysis

تعارف

محمد اسحاق خان المدنیؒ[1](۱۹۳۸ء۔۲۰۱۸ء) کی تفسیر عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن سات جلدوں میں طبع ہوئی۔ مفسرؒ کا منصوبہ اس تفسیر کی مزید توسیع کر کے کی بارہ جلدوں میں شائع کرنے کا تھا۔ ذیل میں تفسیر کے تعارف، سبب تالیف اور اسلوبِ ترجمہ و تفسیر کے ساتھ اس تفسیر کے تناظر میں مولانا محمد اسحاق خان المدنی کی قرآنی تفہیم کو تحقیقی انداز سے پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

مکمل قرآن مجید کی یہ تفسیر بزبان اردو درمیانے سائز کی سات ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ ہر جلد کے صفحات کی تعداد ۸۰۰ سے زائد ہے۔ صفحہ کے بالائی حصہ میں قرآنی متن مع ترجمہ درج ہے۔ جب کہ تفسیر علیحدہ سے درج کی گئی ہے۔ ہر جلد کے شروع میں فہرست عناوین تفصیلا درج کیے گئے ہیں جس سے قاری کو اپنے متعلقہ موضوع تک رسائی آسان ہو جاتی ہے۔ خط واضح اور صاف ہے اور کتابت بھی عمدہ انداز سے کی گئی ہے۔ اس تفسیر کے ناشر میں دارالعلوم اسلامیہ پلندری، آزاد کشمیر اور المدنی پبلی کیشنز اسلام آباد درج ہے جب کہ یہ تفسیر دسمبر ۲۰۱۰ء میں شائع ہوئی ہے۔

سبب تالیف

طویل اور گہرے مطالعہ قرآن اور دروس قرآن کے بعد محمد اسحاق خان المدنیؒ اس نتیجے پر پہنچے کہ برصغیر پاک و ہند میں تحریر کیے گئے تراجم و تفاسیر قرآن عصر حاضر کی زبان و بیان اور جدید بیانیے سے ہم آہنگ بھی نہیں ہیں اور قرآن مجید کے اردو تراجم و تفاسیر میں بعض زائغین کی جانب سے جو تحریفات واقع ہوئی ہیں اہل حق ان سے صرفِ نظر کرتے رہے ہیں۔ لہذا قرآن مجید کے ایک جدید ترجمہ اور تفسیر قرآن تحریر کی جانی چاہیے جو مذکورہ بالا منفی رجحانات سے پاک ہو۔ ترجمہ و تفسیر کے داعیہ پر وہ رقمطراز ہیں:

"اسی دوران اردو کے مختلف تراجم، حواشی اور تفاسیر کے مطالعہ کے ضمن میں ایک نئے ترجمہ و تفسیر کا داعیہ اور تقاضا رہ رہ کر اور بار بار سامنے آتا رہا کہ ہمارے اکابر و اسلاف نے اس سلسلہ میں جو اہم اور گرانقدر خدمات انجام دی ہیں، ان کے بھرپور احترام کے باوجود، بوجوہ ایک ایسے نئے کام کی ضرورت کا احساس بار بار ہو رہا تھا، مثلاً یہ اس ضمن میں جو مساعی جمیلہ اب تک انجام دی گئی ہیں، ان میں کہیں تو یہ کہ محاورہ اور زبان پرانے ہو چکے ہیں، بعض تو متروک کے دائرے تک پہنچ چکے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو طبائع جدیدہ کے لیے مطلوبہ کشش نہیں رکھتے پھر کچھ ایسے ہیں جو بالکل تحت اللفظ قسم کے ہیں جو اگرچہ اس لحاظ سے ایک حد تک مفید بھی ہیں کہ ان سے قرآن حکیم کے الفاظ و کلمات کے معانی معلوم ہو جاتے ہیں مگر نہ تو ان کی طرف عام طبیعتیں مائل ہوتی ہیں اور نہ ان کے بغیر قرآن

مجید کی بلاغت اور اس کی تاثیر معلوم ہو سکتی ہے اور نہ اصل مقصود فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ جبکہ اس کے بالکل برعکس کچھ تراجم ایسے ہیں جو بالکل آزادانہ انداز کے ہیں جن کے مطالعے سے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ترجمہ نہیں بلکہ مترجم کی اپنی ہی تقریر ہے۔۔۔ اور ان سب باتوں پر مستزاد یہ بات تھی کہ قرآن مجید کے اردو ترجمہ و تفسیر کے ضمن میں جن تحریفات کا ارتکاب برصغیر کے بعض زائغین نے کیا اُن کا کسی ترجمہ و تفسیر میں کوئی نوٹس اہل حق کی طرف سے اب تک نہیں لیا گیا"[2]۔

اس مقام پر قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ محترم مفسر نے مولانا غلام اللہ خانؒ سے ملاقات کر کے اور مولانا محمد منظور نعمانیؒ اور مولانا قاری محمد طیب کو بھی اپنے اس منصوبے کے بارے میں خط و کتابت کے ذریعے آگاہ کیا تو اول الذکر دو حضرات نے مفسر کے موقف کی تائید کی جبکہ آخر الذکر کا موقف یہ تھا کہ یہ کام ایک آدمی کے کرنے کا نہیں بلکہ یہ ایک جماعت کا کام اور جماعت بھی ایسی کہ جو علم و تقویٰ اور اہلیت و صلاحیت کے اعتبار سے اس کے لائق ہو۔

تاہم مفسر موصوف نے سوچا کہ ایسی جماعت کب بنے گی؟ مطلوبہ وسائل کب اور کیسے فراہم ہوں گے؟ اور یہ کام پھر کب شروع ہو سکے گا؟۔۔۔ اس پسِ منظر سے مفسر کے خیال و ارادہ اور پختہ ہو گیا کہ آخر خود ہی کیوں نہ یہ کام شروع کر دیا جائے۔ گو کہ اپنے اندر اس کی اہلیت و صلاحیت نہیں لیکن جس ذات اقدس و اعلیٰ پر بھروسہ و اعتماد ہے اس کی صفت و شان تو علی کل شئی قدیر ہے[3]۔

ترجمہ و تفسیر کا اسلوب و خصوصیات

مفسر محترم نے تفسیر کے مقدمۂ تفسیر میں اپنے اس ترجمہ و تفسیر قرآن کے جو خصائص ذکر کیے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں لیکن اس کے ساتھ یہ دیکھا جانا بھی ضروری ہے کہ آیا مترجم و مفسر ان امور پر پورے اترے ہیں یا نہیں؟

۱۔ یہ ترجمہ نہ تو بالکل تحت اللفظ قسم کا ہے اور نہ قدیم محاورے میں ہے کہ موجود دور کی عام طبیعتیں اس کی طرف مائل نہ ہوتیں اور اس طرح وہ قرآنی علوم و معارف اور اس کے انوار و ہدایت سے پوری طرح مستفید نہیں ہو سکتیں جو کہ ایک خسارے کا ساماں ہے۔

۲۔ لیکن اس کے ساتھ اس امر کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے کہ ترجمہ بالکل اس طرح کا آزاد ترجمہ نہ ہو کہ ترجمہ کی جگہ خود اپنی تقریر معلوم ہونے لگے، جیسا کہ بعض حضرات نے کیا ہے بلکہ معاملہ اس افراط اور تفریط سے ہٹ ہے درمیانہ ہو اور ترجمہ دونوں طرح کی خوبیوں کا جامع ہو۔

۳۔ ترجمہ کو سلیس و بامحاورہ ہونے کے ساتھ اس طرح واضح اور مطلب خیز بنانے کی سعی کی گئی ہے کہ آیت کریمہ کا مطلب اور اس کا مدعا و مفہوم اس طرح واضح ہو کہ دل و دماغ میں اتر جائے۔

۴۔ ترجمہ کو ادب و بیان کے لحاظ سے بھی اس طرح پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ قرآنی ادب و بیان اور اس کی حلاوت و چاشنی کا بھی اس میں بقدر امکان اظہار ہو سکے۔

۵۔ ہر آیت کریمہ کا ترجمہ اس کے متن کے بالکل سامنے اور باقاعدہ آیت نمبر کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے تاکہ آیت کریمہ کے ساتھ اس کا ترجمہ اور مفہوم و مدعا بھی سامنے رہے اور اس کے معانی و مطالب کے سمجھنے، سمجھانے اور یاد کرنے میں سہولت و آسانی رہے۔

۶۔ جہاں پر کسی ارشاد ربانی کے ایک سے زیادہ مطلب بنتے ہوں، وہاں پر اس بات کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے کہ کوئی ایسی عام اور جامع تعبیر اختیار کی جائے، جو ان سب ہی معانی و مطالب کو حاوی و شامل ہو یا کم از کم ان کے زیادہ حصے کو اپنے جلو میں لیے ہوئے ہو۔

۷۔ اور جہاں اس طرح کی کوئی عام اور جامع تعبیر سعی و کوشش کے باوجود میسر نہ آسکی ہو، وہاں پر اس طریق کو اپنایا گیا ہے کہ تعبیر ایسے الفاظ و کلمات میں ہو، جو ان مختلف معانی میں سے اہم اور بنیادی معانی و مقاصد کی عکاس و آئینہ دار ہو۔

۸۔ پورے اہتمام کے ساتھ سعی کی گئی ہے کہ نظم قرآنی میں پائے جانے والے ہر کلمے، اور اس کی ہر حالت و کیفیت کی جھلک بھی امکانی حد تک اس کے ترجمہ میں ظاہر ہو سکے کہ نظم قرآنی اور کلام ربانی کی کوئی حالت و کیفیت بھی بے کار اور بے مقصد نہیں ہو سکتی۔

۹۔ ترجمہ و تفسیر میں صرف علمی اعتبار سے بیان مطالب کو کافی نہیں سمجھا گیا بلکہ اس اس بات کا مکمل لحاظ کیا گیا ہے کہ ایمان و عقیدہ کی اصلاح و پختگی اور معاشرتی فساد و بگاڑ کی درستگی کا سامان بھی ہو سکے کہ اصل مقصود بہر حال یہی ہے۔

۱۰۔ اہل زیغ و ضلال اور جملہ اصحاب فتنہ و فساد، خاص کر اہل شرک و بدعت، کی مغالطہ آمیزیوں اور تحریفات کا بھی حتی الوسع و المقدور نوٹس لیا گیا ہے جس کی طرف اہل حق کے تراجم و تفاسیر میں بالعموم اور بوجوہ آج تک کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی۔

۱۱۔ اسی ذیل میں معاشرے میں پھیلی ہوئی عمومی خرابیوں، مختلف اوہام و خرافات، باطل عقائد و نظریات، اور بدعتی خیالات و قیاسات کی تردید و اصلاح پر بھی بطور خاص نظر رکھی گئی تاکہ تفسیر و تفہیم قرآن کریم کے ساتھ ساتھ اصلاح و تذکیر کا مقصد بھی پورا ہو سکے۔

۱۲۔ اس طرح دور حاضر میں سائد ورائج تجدد و روشن خیالی، اور مادیت و مظاہر پرستی کی کوکھ سے جنم لینے والے نت نئے مسائل و نظریات اور افکار و معتقدات کی اصلاح و تردید کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا تاکہ قرآنی ارشادات و ہدایات کی روشنی میں راہ حق وصدق پوری طرح واضح ہو سکے۔

۱۳۔ آثار و روایات کے اخذ و انتخاب میں صحت ثبوت کے علاوہ بطور خاص یہ امر بھی ملحوظ رہا کہ عقائد فاسدہ اور نظریات کاسدہ کی تصحیح واصلاح میں مدد مل سکے نہ کہ ان کی غلط فہمیوں میں اضافے کا باعث بنے جیسا کہ خود ساختہ قصص وحکایات سے فی الواقع ہوا ہے۔

۱۴۔ اسلاف کے طریق کار کو اپنانے اور انہی کی اتباع کی مکمل سعی کی گئی ہے اور اختلاف کی صورت میں ان کی جلالت قدر اور عظمت مقام کے احترام کو بہر طور ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے تاکہ سوء ادبی کا ارتکاب نہ ہو۔

۱۵۔ ہر اہم بات سند و ثبوت کے ساتھ ضبطِ تحریر میں لائی گئی ہے اس لیے بالعموم اور جابجا معتبر تفاسیر کا باقاعدہ حوالہ دیا گیا ہے اور اس کا شروع سے آخر تک ان کا التزام کیا گیا ہے کہ اردو تراجم و تفسیروں میں اس نوع کی مثال کم ہی کہیں مل سکے گی۔

اخیراً مفسر محترم نے عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے معاملہ اہل علم وفضل کے سپرد کرتے ہوئے یہ اظہار کیا کہ جو بھی صائب و درست مشورہ ان کی طرف سے ملے گا اس کو خندہ پیشانی کے ساتھ بطیبِ خاطر مانا جائے گا اور ان کی آرا کے مطابق تغییر و ترمیم اور حک و اضافہ میں لیت ولعل نہیں ہو گی کیونکہ مقصود اصلی بہر حال احقاق حق اور ابطال باطل ہے[4]۔

عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن

زیرِ مطالعہ تفسیر "عمدۃ البیان" کے تناظر میں دیکھا جائے تو مولانا محمد اسحاق خان المدنی کی قرآنی تفہیم کی جامع صورت نظر آتی ہے۔ تفسیر کے بہت سے پہلو "عمدۃ البیان" میں موجود ہیں۔ سات جلدوں پر مشتمل اس اردو تفسیر کے تناظر میں قرآنی تفہیم کے چند ایک پہلو مندرجہ ذیل ہیں:

تفسیر بالماثور

قرآن مجید کی تفسیر قرآن س کرنا علماء کے ہاں سب سے درست اور صائب طریقۂ تفسیر ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی بعض آیات دوسری آیات کی تبیین، تفصیل، تقیید اور توضیح کرتی ہیں۔ اس کے بعد قرآن مجید کی تفسیر حدیث سے کرنا دوسرے درجے کا مستند طریقۂ تفسیر ہے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جس معاملے کا حکم دیا وہ قرآن مجید سے نبی کریم ﷺ کا سمجھا ہوا حکم ہوتا ہے[5]۔ مفسرین طرح اسحاق المدنیؒ کے ہاں بھی اسی

اسلوب کو ترجیح حاصل ہے۔ آیت: ﴿صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾[6] (ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔) مفسر علام کے بقول انعام والے لوگوں سے مراد سورۃ النساء میں مذکور چار گروہ یعنی انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین (نیک لوگ) ہیں[7]۔ تو اس سے واضح ہوا ان حضرات کی اختیار کردہ راہ اور ان کی تعلیم و تلقین ہی ہدایت کا راستہ ہے۔

سورۃ البقرۃ کی آیت ۔۔۔ میں عذاب الیم (دردناک) کی تفسیر میں مفسر علام نے لکھا ہے کہ ایسا دردناک اور ہولناک عذاب کے اس کا یہاں تصور کرنا بھی کسی کے لیے ممکن نہیں دوسرے مقامات پر اس کی کئی طرح سے منظر کشی کی گئی ہے جیسے: "سو اس روز نہ تو اس کے عذاب جیسا عذاب کوئی دے سکے گا اور نہ ہی اس کے جکڑنے جیسا کوئی جکڑ سکے گا[8]

سورۃ الحاقہ کی آیت: ﴿كَذَّبَتْ ثَمُودُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ﴾[9] کے تحت فرمایا: سو وہ حادثہ ء کبریٰ ایسا ہولناک ہو گا کہ اس سے لوگوں کے ہوش اڑ جائیں اس کیفیت کی تفصیل دوسری آیت میں کی گئی: ﴿يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ﴾[10] اور جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور ہر حاملہ اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو ایسے دیکھے گا جیسے وہ نشے میں ہوں حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بڑا شدید ہے۔[11]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا﴾[12] (اور یہ کہ کچھ ہم میں سے کچھ فرمانبردار ہیں اور کچھ ظالم، تو جو فرماں بردار ہو گیا، وہی لوگ ہیں جنھوں نے سیدھی راہ کا ارادہ کیا)۔ اس کی تفسیر میں مفسر علام نے سورۃ طٰہٰ کی آیت ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا﴾[13] (جو مومن ہوتے ہوئے نیک اعمال کرے اسے کسی ظلم اور حق تلفی کا خوف نہیں ہو گا) اور سورۃ الزلزال کی آیت: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ o وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾[14] (جس نے رائی کے برابر بھی نیکی کی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے رائی کے برابر برائی کی وہ اسے دیکھ لے گا) ذکر کی۔ ان آیات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ توضیح کی گئی کہ ایمان والوں کو ان کے ثواب اور حق سے کسی طرح بھی محروم نہیں کیا جائے گا[15]۔

شیخ المدنیؒ نے عمدۃ البیان میں تفہیمِ قرآنی کے لیے احادیث، آثارِ صحابہؓ اور تابعینؒ کو بھی اہم ماخذ بنایا ہے ۔ سندِ حدیث کو اردو میں ذکر کرتے ہیں اور اس صحابی رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہیں جس سے حدیث مروی ہو ۔

حدیث کے ساتھ وہ حدیث کے مصادر متعلقہ ابواب اور فصول کو بھی تحریر کرتے ہیں۔ حدیث کی صحت وضعف ان کا عمومی منہج نہیں لیکن کئی مقامات پر کسی حدیث کی صحت وضعف پر بھی انھوں نے کلام کیا ہے(16)۔

عمدۃ البیان اور فقہی مسائل

مفسر علام آیاتِ احکام کی تفسیر کے تحت مسائل شرعیہ بالتفصیل ذکر کرتے ہیں لیکن اس بابت وہ ائمہ کا اختلاف اور دیگر فقہی جزئیات بیان نہیں کرتے۔ بیان احکام میں وہ فقہ حنفی کی تقلید کرتے ہوئے احکام شریعت کی حکمتیں بھی بیان کرتے ہیں۔ مخاطب کی ترغیب وترہیب کے لیے مذکورہ احکام کے تعلق سے معاشرہ میں موجود کوتاہیوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ انہوں نے بعض مقامات پر فقہی اصول اور قواعد فقہیہ اور اصولیہ کی تطبیق بھی کی ہے۔ مفسر موصوف نے فقہی احکام کے بیان میں محض کتب تفاسیر سے استفادہ کیا ہے۔ فقہی احکام کے بیان کے سلسلے میں مندرجہ ذیل چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

مدت رضاعت سے متعلق آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

ان کے لیے جو یہ مدت پوری کرنا چاہیں رضاعت کی مدت دو سال زیادہ سے زیادہ ہے اگر مائیں یہ مدت پوری نہ کرنا چاہیں تو وہ اپنی ضرورت اور مصلحت کی بنا پر جب بھی چاہیں دودھ چھڑا سکتی ہیں۔ آیت میں ﴿والدات﴾ کا لفظ عام ہونے کی وجہ سے مطلقہ اور غیر مطلقہ دونوں کو شامل ہے۔ بچے کے لیے ماں کا دودھ چونکہ سب سے عمدہ اور افضل ہونے کے ساتھ مفید اور مناسب غذا ہے۔ اس لیے تمام اطبا اور ڈاکٹر ماں کے دودھ کی اہمیت پر متفق ہیں۔ لہٰذا ڈبوں وغیرہ کے دوسرے مصنوعی دودھ بہت سی بیماریوں کا باعث بنتے ہیں۔ خاص طور پر یہی مصنوعی دودھ بچوں کے نقصان دہ موٹاپے وغیرہ کی بنیادی اور بڑی وجہ بنتے ہیں۔۔۔ چنانچہ اس طرح کے دودھ کو فروغ دینے والے یورپ کے ممالک کے خلاف مستقل اور مختلف قسم کی ٹیمیں اور جماعتیں کام کرنے لگی ہیں(17)۔

شرعی حیلوں کے بارے میں واضح موقف مع دلائل بیان کر کے اہل بدعت کے کسی عالم کا رد کیا۔ اس سلسلہ میں ان کا کہنا ہے کہ ایسے حیلے جن سے مقصود احکام شرعیہ کا ابطال نہیں بلکہ ان پر عمل کرنا ہو اور اس میں تسہیل مقصود ہو تو وہ درست ہے۔ اس پر انہوں نے بہت سے دلائل پیش کیے جیسے یوسف علیہ السلام نے بنیامین کے لیے حیلہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تصویب فرمائی اور اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام کا اپنی بیوی کے لیے سو کوڑے مارنے کی قسم کھانا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں سو تنکوں سے اس کے حل کی تجویز۔ ان بنیادی اصول کو ذکر کر کے مولانا المدنیؒ نے معاصر دور میں حیلوں کے بارے میں موجود غلط تصور کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس

سے مترشح ہوا کہ اہل بدعت کے ایک بڑے صاحب نے جو یہ کہا کہ "شرعی حیلے کرنے بنی اسرائیل پر حرام تھے ہماری امت پر حلال ہیں تو اس نے ایک ایسی بالکل غلط اور بے بنیاد بات کہی جو عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے[18]۔

فقہی احکام کے بیان میں اصول فقہ اور قواعد فقہیہ کا ذکر ملاحظہ کیجیے: قیاس و اجتہاد کی شروط میں سے اہم شرط ہے کہ "أن لا يكون في معرض النص" یعنی قیاس واجتہاد صرف وہیں ہو سکتا ہے جہاں کوئی نص موجود نہ ہو۔ ایک مقام پر فرمایا: "یہ دین کا ایک مستقل اور بنیادی اصول اور ضابطہ ہے کہ انسان کو اس کی طاقت اور حیثیت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی[19]۔ دوسرے مقام یہ لکھا ہے کہ دین حنیف کا مستقل ضابطہ اور اصول یہ بھی ہے کہ (لاضرر و لاضرار) نہ خود نقصان اٹھاؤ نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ نیز یہ کہ ﴿لَاتَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ﴾[20] نہ کسی پر تم ظلم کرو اور نہ ظلم تم پر کیا جائے[21]۔

بیان اصول اور ان کی تطبیق

احکام فقہیہ کے بیان میں مفسر موصوف فقہی اور اصولی قواعد کی تطبیق بھی کرتے ہیں۔ جس سے متنوع موضوعات کے بہت سے پہلو ایک قاعدہ پر مرتکز ہو کر یکسوئی سے سمجھ میں آجاتے ہیں۔ قرآنی تفہیم کے لیے مختلف مقامات انہوں نے ان قواعد کا اطلاق کیا ہے۔ اس نوع کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

عموم كل شئ ما يناسبه[22] (ہر چیز کا عموم اسی کے مناسب ہو گا)۔

الجزاء من جنس العمل[23] (جزاء جنس عمل سے ہوتی ہے)۔

المطلق يجرى على إطلاقه[24] (مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے)۔

العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص المورد[25] (لفظ کے عموم کا اعتبار ہے نہ کہ مورد کے خصوص کا)۔

الدال على الخير كفاعله[26] (بھلائی کی رہنمائی کرنے والا بھلائی کرنے والے کی طرح ہے)۔

قرآنی تفہیم میں علوم العربیہ سے استفادہ

بلا شبہ علوم عربیہ کی کنہ تک پہنچے بغیر کوئی شخص معانی قرآن کی اصل روح تک نہیں پہنچ سکتا۔ مفسر موصوف نے چونکہ ایک طویل عرصہ عرب کے ماحول میں گزارا، عربی زبان کے محاورں اور ان کے صحیح موقع پر استعمال کو سمجھا ہے اس لیے انہوں نے علوم عربیہ یعنی غریب القرآن اور فروق لغویہ، صرفی و نحوی تحقیق اور اسی طرح علم فصاحت و علم بلاغت (معانی، بیان، بدیع) کے نکات کو قرآنی مفاہیم کے اظہار اور لطیف نکات کے بیان کے لیے ذکر کیا ہے۔ مفسر علام نے اس بابت برصغیر میں قرآن مجید کے دیگر اردو تراجم میں موجود خامیوں کی بھی نشان

دہی کی ہے۔ عربیت کے ان نکات کے لیے ان کے مآخذ عربی تفاسیر جیسے صفوۃ البیان، صفوۃ التفاسیر، محاسن التاویل، تفسیر المنار ہیں۔ تفسیر عمدۃ البیان سے علوم عربیہ کے متعلق چند ایک مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴾[27](حالاں کہ مذاق (حقیقت میں) اللہ کی جانب سے ان کا اڑایا جارہا ہے۔ وہ (اپنے حلم اور کرم بے پایاں سے) ان کی رسی دراز [لمبی] کیے جارہا ہے)۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ طرف استہزاء کی نسبت ہے جو کہ صنعتِ مشاکلہ کے باب سے ہے۔ چنانچہ وہ تحریر کرتے ہیں: "اس میں عربی زبان کی مشہور صنعت جس کو "صنعت مشاکلۃ" کہا جاتا ہے، کی بناء پر اسے بھی "استہزاء" کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ ورنہ مذاق واستہزاء وغیرہ کے جو مشہور معانی ہیں، وہ تو اللہ تعالیٰ میں نہیں پائے جاسکتے کہ وہ ذات اقدس واعلیٰ اس طرح کے تمام تصورات سے پاک اور وراء الوراء ہے"[28]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ...﴾[29](اور کہتے ہیں کہ ہمارے دل بند [غُلْفٌ] ہیں۔۔۔)

آیت مذکورہ میں ﴿غُلْفٌ﴾ کی تحقیق میں فرماتے ہیں: "غلف یا تو "اغلف" کی جمع ہے جیسے "حمر" "أحمر" کی جمع ہے اور "صفر" "اصفر" کی جمع ہے اور اغلف اس چیز کو کہتے ہیں، جو کسی غلاف اور پردے میں ڈھکی چھپی ہو۔ ان کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ہمارے دل پردوں میں محفوظ اور بند ہیں۔ آپ کی بات اس بند کی وجہ سے ان لوگوں تک نہیں پہنچ سکتی، جیسا کہ دوسرے مقام میں فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ ﴾[30](اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارے دل پردوں میں ہیں، اس چیز سے جس کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں)۔ اور یا "غلف" "غلاف" کی جمع ہے" جیسے "کتب" "کتاب" کی جمع ہے۔ صرف اتنا ہوا کہ " غلف" میں لام کے پیش کو تخفیف کے لیے سکون سے بدل دیا گیا۔ اور غلاف کا معنی برتن اور ظرف ہے۔ تو اب مفہوم یہ ہوگا کہ ان لوگوں کا کہنا یہ تھا کہ چونکہ ہمارے دل علوم ومعارف سے بھرے ہوئے برتن ہیں اس لیے ہمیں تمھاری بات سننے کی حاجت نہیں۔ مجاہدؒ اور قتادہؒ نے پہلے معنی کو ترجیح دی ہے جب کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دوسرے معنی کو۔ اسی لیے آپ "غلف" کو لام کے پیش کے ساتھ پڑھا کرتے تھے[31]۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِم﴾[32](سو ان لوگوں کے لیے بڑی خرابی ہے جو کتاب کو اپنے ہاتھوں سے (اپنے خود ساختہ اضافوں کے ساتھ) لکھتے ہیں)۔ ﴿وَيْلٌ﴾ کی لغوی تحقیق کے بارے میں لکھتے ہیں: " ﴿وَيْلٌ﴾ کی تنوین تفخیم وتعظیم کے لیے ہے اور "ویح" کی طرح ﴿وَيْلٌ﴾ مصدر ہے لیکن اس ﴿وَيْلٌ﴾ سے نہ کوئی فعل آتا ہے اور نہ ہی جمع (صفوۃ البیان وغیرہ) اور اس کے معنی ہلاکت، خرابی، اور تباہی کے آتے ہیں اور ظاہر ہے کہ عذابِ دوزخ میں مبتلا ہونے سے بڑھ کر ہلاکت اور خرابی بھلا اور کیا ہو سکتی ہے"[33]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ﴾[34](ایسی پیشانی (کے بالوں) سے جو کہ جھوٹی خطا کار ہے)۔اس آیت میں کلمہ ﴿خَاطِئَةٍ﴾ ذکر کیے جانے کی حکمت بقلم شیخ المدنی ملاحظہ کیجیے:"یہاں خَاطِئَةٍ فرمایا گیا ہے "مخطئة" نہیں کیونکہ خَاطِئَةٍ اپنی اصل کے اعتبار سے ایسی ذات کو کہا جاتا ہے جو اپنے قصد و ارادہ سے خطا کا مرتکب ہو اور مخطئہ اسے کہا جاتا ہے جس سے خطا بھول چوک کے طور پر سرزد ہو جائے (صفوۃ البیان، صفوۃ التفاسیر وغیرہ) اور گرفت اسی جرم پر ہوتی ہے جس میں کرنے والے کا قصد و ارادہ پایا جاتا ہو اور جو خطاء بلا قصد و ارادہ ہو جائے اس پر کوئی پکڑ اور گرفت نہیں ہوتی جیسا کہ اس کی تصریح حدیث میں موجود ہے[35]۔

کلامی مسائل

عمدۃ البیان میں کلامی مسائل کی تفہیم اور تعبیر و تشریح اہل السنۃ والجماعۃ کے اصول کے مطابق کی گئی ہے ۔ الٰہیات ، نبوات اور سمعیات تینوں کلامی مباحث کو تفصیل سے لکھا گیا ہے ۔ اس سلسلہ میں انھوں نے معاصر معاشرے اور برصغیر میں موجود دیگر مسالک کے عقائد میں پائے جانے والی خرابیوں کو آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ چنانچہ مسئلہ توحید باری تعالیٰ کا ہو یا رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا یا دیگر ایمانیات کا، عمدۃ البیان میں علم کلام کی مباحث کو بالتفصیل پیش کیا گیا ہے۔ کلامی مباحث کے تحت انھوں نے برصغیر میں موجود اہل بدعت کے علماء کے عقائد کو ان کا نام لیے بغیر اور اسی طرح شیعہ اور قادیانیوں کے نظریات کا رد جارحانہ اسلوب میں پیش کیا ہے۔ مفسر علام نے جن گروہوں کا رد کیا ہے ان کو اہل زیغ، اہل ضلال، اہل بدعت اور اہل ہوی کی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں اور ان کے عقائد جیسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور مخلوق کی صفات میں ذاتی اور عطائی کا فرق، اللہ تعالیٰ ثناؤہ کے علاوہ علم غیب کے ثبوت، شفاعت، وسیلہ، سماع موتیٰ، مسئلہ نور و بشر، مسئلہ اختیار انبیاء وغیرہ عقائد پر مفسر موصوف نے مخالفین پر نقد اور رد کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ دراصل مفسر موصوف کے تفسیر لکھنے کے مقاصد میں سے "ان کی رائے میں" عقائد باطلہ کی بیخ کنی کرنا اور ان کا قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دینا ہے[36]۔ جیسا کہ انہوں نے اس تفسیر کی تالیف کے مقاصد میں بھی یہ لکھا ہے کہ آج تک اہل ضلال و ہویٰ کی بیخ کنی نہیں کی گئی۔ بلکہ بعض اوقات شیخ المدنی نے اہل بدعت کی تقاریر کا کلام بھی نقل کیا ہے[37]۔ کلامی مباحث کی مثالوں کے ساتھ دوسرے مذاہب و فرق کی رد کی چند امثلہ مندرجہ ذیل سطور میں درج ہیں:

ا۔﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ﴾[38]

(اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو (زبان سے تو) یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ اور قیامت کے دن پر مگر وہ ایمان دار نہیں ہیں)۔

مذکورہ آیت کی تفسیر میں انھوں نے منافقین کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: "اہل بدعت کے بعض تحریف پسندوں نے اس موقع پر یہ گوہر افشانی بھی کی ہے کہ: "کسی کو بشر کہنے سے اس کے فضائل وکمالات کے انکار کا پہلو سامنے آتا ہے۔ قرآن پاک میں اسی لیے جابجا انبیاء کرام علیہم السلام کے بشر کہنے والوں کو کافر کہا گیا اور در حقیقت انبیاء۔ علیہم السلام کی شان میں اس طرح کا لفظ ادب سے دور اور کفار کا دستور ہے۔ فإنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔ کہاں کی بے تکیاں کہاں ملا دیں۔ نہ کوئی جوڑ نہ کوئی ربط۔ پھر یہ کہنا کس قدر کھلا افترا اور کتنا بڑا ظلم ہے کہ قرآن پاک میں جابجا انبیا علیہم السلام کو بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا ہے۔۔۔ پھر انہوں نے بشریت انبیاء علیہم السلام کو قرآن و حدیث کے دلائل سے ثابت کیا[39]۔

۲۔﴿ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ﴾[40]۔(اللہ نے کافروں کی (عبرت) کے لیے نوح اور لوط [علیہما السلام] کی بیویوں کی مثال بیان فرمائی، یہ دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں، مگر انہوں نے ان دونوں سے خیانت (اور بد دیانتی) کا ارتکاب کیا، تو وہ دونوں بھی (اتنے بڑے مرتبے پر فائز ہونے کے باوجود) اللہ [سبحانہ و تعالیٰ] کے مقابلے میں ان کے کچھ بھی کام نہ آسکے اور (اُن دونوں عورتوں کو) کہہ دیا گیا کہ تم دونوں بھی داخل ہو جاؤ دوزخ میں دوسرے داخل ہونے والوں کے ساتھ)۔

مذکورہ آیت کی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ "یہاں پہلے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام جیسے عظیم الشان اور جلیل القدر پیغمبروں کی بابت صاف و صریح ارشاد فرمایا گیا کہ وہ دونوں ان کے کچھ بھی کام نہ آسکے شیئاً نکرہ تحت النفی، عموم و شمول کا فائدہ دیتا ہے۔ اس لیے ہم نے ترجمہ بھی اسی کے موافق کرنے کی سعی کی ہے کہ وہ دونوں حضرات اتنے عظیم الشان اور جلیل القدر پیغمبر ہونے کے باوجود اپنی بیویوں کے کچھ بھی کام نہ آسکے سو اس سے ایک طرف تو یہ معلوم ہو کہ پیغمبر مختار کل نہیں ہوتے جس طرح کہ اہل بدعت کا کہنا ہے اور دوسری طرف اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اللہ پاک کے سوا اور کوئی حاجت روا و مشکل کشا نہیں ہو سکتا"[41]۔

۳۔﴿وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ﴾[42]

(اور وہ آخرت پر (سچے دل سے) یقین رکھتے ہیں۔)

آخرت کو معنوی اعتبار سے دنیا کے مقابلہ میں قرار دے قادیانی موقف کا رد کیا ہے: "پس اس کی وہ تاویل و تفسیر[43] مردود اور باطل ہے جو قادیانیوں نے اپنے مطلب بر آری کے لیے کی ہے، والعیاذ باللہ العظیم، بہر کیف آخرت یعنی قیامت کا یقین اور ایمان چونکہ ایک نہایت ہی اہم اور بنیادی عقیدہ ہے، اس لیے اس کو خاص طور

پر الگ اور مستقل پیرائے میں ذکر کیا گیا۔ کہ یہ وہ بنیادی عقیدہ ہے جس سے انسانی زندگی کا رخ اور جہت ہی بدل جاتی ہے اور جو لوگ آخرت کے یقین سے محروم ہیں۔ العیاذ باللہ۔ وہ صحیح راستے سے قطعی طور پر محروم اور خائب وخاسر ہیں(44)۔

تفہیم قرآنی میں علوم القرآن سے رہنمائی

تفسیر "عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن" میں سورتوں کی ابتدا میں ان کی وجہ تسمیہ، مختلف نام، کہیں کہیں فضائل سور اور ان سورتوں کے مندرجات کی انتہائی اختصار کے ساتھ نشاندہی کی گئی ہے تاہم سورت کا مکی و مدنی ہونا بیان نہیں کیا گیا۔ ہاں، سورت کے آغاز میں مکی و مدنی ہونے اور تعدادِ آیات کے بارے میں جو معلومات درج ہوتی ہیں ان کو من وعن اردو ترجمہ کے ساتھ لکھا گیا ہے(45)۔ ناسخ و منسوخ آیات کی نشاندہی، شان نزول، اعجاز القرآن اور دیگر متعلقات قرآنی کو ذکر کیا گیا ہے۔

تفہیم قرآنی کے لیے شان نزول کا ذکر

شانِ نزول قرآنی تفہیم کے لیے لازمی جزہے۔ اس کے بغیر کئی آیات کا فہم دشوار ہو جاتا ہے۔ عمدۃ البیان میں آیات کے شان نزول کے ذکر کا اہتمام تو کیا ہے لیکن چونکہ ان کا مطمح نظر قرآن کریم کی ہدایت اور اس کے پیغام کو ہمہ گیر اور عالمگیر ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے لیے ترغیب، ترہیب اور تذکیر بھی ہے اس لیے جہاں انہوں نے شان نزول بیان کیا وہاں اکثر یہ درس دیتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اس پیغام کا سبب نزول تو خاص ہے یا یہ آیت باعتبار مورد تو خاص ہے لیکن باعتبار لفظ عام ہے اس لیے یہ پیغام ہر انسان کے لیے ہے۔

اس سلسلہ کی چند مثالیں ملاحظہ کیجیے: تفسیری روایات کے مطابق سورۃ الھمزۃ میں ذکر کردہ معلومات ولید بن مغیرہ اور اخنس بن شریق جیسے بعض مشرکین کے بارے میں ہیں، تو اس کے اولین مصداق بلاشبہ ان لوگوں کو تو قرار دیا جاسکتا ہے لیکن ضابطے اور اصل کے مطابق یہ ارشاد عام ہے، اور ہر شخص کو شامل ہو گا کیوں کہ اصل کلیہ اور ضابطہ یہی ہے کہ لفظ کے عام ہونے کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ سبب کے خاص ہونے کا (العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص المورد)(46)

فرمانِ الٰہی:

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ۔۔۔﴾(47)

(اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو، پھر وہ اپنی عدت پوری کر لیں، تو تم انھیں اپنے (تجویز کردہ) شوہروں کے ساتھ نکاح کرنے سے مت روکو جب کہ وہ دستور کے مطابق (نکاح کرنے پر) آپس میں راضی ہو

جائیں)۔ اس آیت کے سببِ نزول کے بارے میں لکھتے ہیں: روایات کے مطابق حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن کو طلاق ہو گئی، تو ان کی عدت پوری ہونے پر اسی شخص نے دوبارہ نکاح کی خواہش ظاہر کی جس نے ان کو طلاق دی تھی تو اس پر انھوں نے کہا کہ میں دوبارہ اپنی بہن کو تمھارے نکاح میں کبھی نہیں دوں گا، کیوں کہ میں نے اس سے پہلے اس کا نکاح تم سے کیا تھا، اور تمھارا گھر بسایا تھا، لیکن تم نے اسے بغیر کسی وجہ کے طلاق دے دی۔ لہذا اب یہ دوبارہ تمھارے گھر کسی صورت بھی نہیں جائے گی، معقلؓ خود کہتے ہیں کہ وہ آدمی بھی کوئی بُرا آدمی نہیں تھا، اور میری بہن بھی اس کے پاس دوبارہ جانے پر رضامند تھی، لیکن میں نے قسم کھالی کہ ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، جس سے معقل بن یسارؓ فوراً اپنی بہن کا دوبارہ نکاح اسی شخص سے کرنے پر آمادہ ہو گئے اور اس کا نکاح اسی شخص سے کروا بھی دیا، جیسا کہ ان حضرات کی شان اور ان کا طرہ امتیاز تھا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم پر یہ اس طرح فوراً لبیک کہتے تھے کہ اس کے بعد کسی حیل و حجت، چوں چرا اور قیل و قال کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ بہر حال شان نزول کوئی بھی ہو، حکم بہر حال عام ہے اور قرآن حکیم نے اپنی اعجاز بیانی کے مطابق یہ قانون کلی اور دستور عام اس بارے میں مقرر فرمادیا کہ عورتوں کی عدت جب پوری ہو جائے، تو اس کے بعد وہ جہاں چاہیں دستور کے مطابق اپنا نکاح کر لیں۔ تم انھیں ان کے حق سے مت روکو کہ اسی میں سب کی بھلائی اور بہتری ہے ورنہ خواہ مخواہ ان کو روکنے سے معاشرے میں کئی خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں اور پیدا ہوتی ہیں جن کے اثرات دور دور تک پہنچتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم[48]۔

ناسخ و منسوخ

آیت: ﴿فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ﴾[49] کی تفسیر میں مولانا محمد اسحاق خان نے لکھا کہ اس کے نتیجے میں اس نے تم پر مہربانی فرمادی اور تہجد کی فرضیت کا وہ حکم منسوخ فرمادیا گیا جو اس سے پہلے تمہیں دیا گیا تھا، علماء کرام کا اس پر تو اجماع و اتفاق ہے کہ اس آیت کریمہ سے فرضیت تہجد کا وہ پہلا حکم منسوخ ہو گیا جو شروع میں دیا گیا تھا لیکن یہ نسخ کتنی مدت کے بعد ہو؟ اس میں روایات مختلف ہیں چھ مہینے، آٹھ مہینے، دس مہینے، سولہ مہینے، اور دس سال کے اقوال وارد ہیں، (جامع البیان، وغیرہ) اور اسی بناء پر اس آیت کے دوسرے حصے کے مکی یا مدنی ہونے کے بارہ میں بھی اختلاف واقع ہوا ہے جن حضرات نے دس سال کی مدت والی روایت کو ترجیح دی ہے ان کے نزدیک یہ حصہ یقینی طور پر مدنی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب، سو اس اپنے علم کی روشنی میں اب اس کا حکم یہ ہے کہ قیام اللیل کے لیے تم پر نصف شب، یا ثلث، یا دو ثلث کے قیام کی پابندی نہیں رہی جتنا قرآن ممکن ہو سکے پڑھ لیا کرو اور بس[50]۔

حروف مقطعات کی تفہیم

مولانا محمد اسحاق خان المدنی نے حروف مقطعات کے بارے میں مختلف اقوال ذکر کر کے اپنی رائے ان الفاظ میں قلم بند کی: "مگر ان تمام اقوال کا تعلق ظن و تخمین ہی سے ہے، کوئی مستقل سند اور ٹھوس ثبوت ان کے لیے موجود نہیں۔ اس لیے ثقہ اور محتاط علماء کرام کا کہنا یہی ہے کہ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسرار میں سے ایک سر ہے، جس کے حقیقی معنیٰ وہی جانتا ہے۔ ہمارے ذمے بس یہ یقین و اعتقاد ہے کہ ان کی جو بھی مراد ہے وہ برحق ہے[51]۔

مبہمات قرانی کے بارے میں مفسر کی رائے

قرآن مجید کے وہ مقامات جو مبہم ہیں جیسے آدم علیہ السلام نے کون سے درخت کا پھل کھایا وغیرہ امور کے بارے میں مفسر علام کا موقف یہ ہے کہ جب نصوص شرعیہ میں سے کسی کسی چیز یا اہم معاملہ کے مصداق کا ذکر ، تصریح و تعیین نہیں کی گئی ہو تو اس کی تعیین و تصریح کی نہ تو کوئی ضرورت ہے، اور نہ ہی اس بارے میں وثوق اور یقین کے ساتھ کچھ کہا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ محققین نے کہا کہ: "أبهموا ما أبهمه القرآن" (جسے قرآن مجید نے مبہم رکھا ہو تم بھی اسے مبہم ہی رہنے دو)[52]۔

اقسام القرآن کے بارے میں مفسر کا موقف

سورۃ الفجر کی آیت: ﴿وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾[53]

(اور دس راتوں کی قسم ہے)

کی تفسیر میں ولیال عشر (دس راتوں کی قسم) میں کون سی دس راتیں مراد ہیں اس سے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ذکر کرنے بعد انہوں نے اپنا موقف بیان کیا کہ ان دس راتوں سے کوئی مخصوص راتیں مراد نہیں ہیں، بلکہ یہ عام ہے اور اس سے ہر عشرہ مراد ہے۔

اور کئی دیگر مفسرین کے رد اور اپنے قول کی ترجیح میں انہوں نے کہا کہ اس آیت سے مخصوص عشرہ مراد لینے کی وجہ سے وہ مفسرین دوسرے عام مواقع اور انسانی قسموں کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھائی جانے والی قسموں کے بارے میں بھی ایسا ہی نظریہ رکھتے ہیں کی یہ قسمیں بھی مقسم بہ کی تعظیم کی کے لیے کھائی ہیں۔ اس لیے انھیں ایسے مقسم بہ کی تلاش ہوتی ہے جس اس کی تعظیم کا کوئی خاص پہلو، یا کئی عام پہلو، پائے جاتے ہوں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ صفت اور شان مخلوق کی قسموں کی ہوتی ہے۔ مخلوق کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا جائز ہی نہیں بلکہ اس کو کفر اور شرک قرار دیا گیا۔۔۔ حق تعالیٰ کی قسمیں تو اصل میں اس بناء پر ہوتی ہی نہیں ہیں بلکہ وہ اس لیے ہوتی ہیں کہ ان میں دراصل مقسم علیہ کے لیے دلیل موجود ہوتی ہے[54]۔

اسرائیلیات کے بارے میں علامہ مدنی کا موقف

عام طور پر شیخ المدنی نے اسرائیلیات کو ذکر کرنے میں احتراز برتا ہے لیکن کہیں کہیں دوسری تفاسیر سے نقل میں کچھ اسرائیلیات در کر آئی ہیں۔ تفسیر عمدۃ البیان کی ایک عبارت سے مفسر کی اسرائیلیات کے بارے میں رائے کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

آیت:﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ ...﴾[55](کیا تو نے نہیں دیکھا موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو جنہوں نے نبی سے کہا۔۔۔) میں مذکور لوگوں کے تعین کے بارے میں اسحاق مدنی فرماتے ہیں: رہی یہ بات کہ یہ کون لوگ تھے؟ کتنے تھے؟ اور کہاں کے رہائشی تھے وغیرہ وغیرہ؟ تو مقصدِ عبرت کے لیے ان تفصیلات کا جاننا کچھ ضروری نہیں، جس کے لیے یہ قصہ بیان کیا جا رہا ہے۔ ورنہ کتاب حکیم میں اللہ پاک خود ہی یہ سب کچھ بیان فرما دیتا۔ پس ان روایات کی بنا پر جو کہ زیادہ تر اسرائیلیات میں سے ہیں، ان امور کی تفاصیل میں پڑنے کی ہمیں ضرورت نہیں، الغرض یہ ایسی قوم تھی، جو ہزاروں کی تعداد میں تھی، اور اپنی عیش پسندی وغیرہ امور کی بناء پر اتنی کمزور اور سست ہو گئی تھی، کہ یہ جہاد کرنے سے بھاگ نکلی تھی[56]۔

قرآن اور سائنسی تحقیقات

سائنسی تحقیقات پر شیخ المدنی کے موقف کو مندرجہ ذیل تفسیر کی مثالوں میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

فرمانِ باری تعالیٰ:﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾[57] (تم کفر کیسے کرتے ہو اللہ کے ساتھ (اے منکرو!) حالانکہ تم بے جان تھے تو اس نے تمھیں زندگی (کی یہ عظیم الشان نعمت) بخشی، پھر وہی تمھیں موت دیتا ہے (اور دے گا) اور وہی تمھیں زندگی بخشتا ہے (اور بخشے گا))۔ شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں: ”زندگی، موت اور پھر قیامت کا آجانا، زندگی بخشنے اور موت دینے کا یہ معروف اور عام مفہوم ہے لیکن احیاء و اماتت کا یہ عمل دراصل انسانی جسم میں مسلسل چلتا رہتا ہے جس کے مطابق اس کے جسم میں قوت و انرجی کے سیل (Cells) برابر بنتے اور ٹوٹتے رہتے ہیں حتی کہ سائنسی تحقیق کے مطابق دس سال کے عرصے میں اسی انسانی جسم کے برابر ایک اور جسم بن کر ختم ہو جاتا ہے۔۔۔ اگر سائنس کا یہ نظریہ درست اور حقیقت پر مبنی ہو، تو یہ قرآن مجید کا ایک زبردست معجزہ ہے کہ جس چیز کی خبر اس کتابِ مقدس نے پندرہ سو سال پہلے دے دی تھی، جب کہ اس طرح کے کسی انکشاف کا دُور دُور تک کوئی تصور بھی نہ تھا، سائنسی ترقی اب کہیں جا کر اس کا انکشاف اور ادراک کر سکی ہے، اسی لیے ہم نے "يُحْيِي وَ يُمِيتُ" کے صیغوں کا ترجمہ استمرار[58] کے الفاظ کے ساتھ کیا ہے، جو کہ فعل مضارع کا اصل مصداق اور مفہوم ہے“[59]۔

اردو مترجمین ومفسرین سے اختلاف

مفسر موصوف نے بہت سے مقامات پر اردو مترجمین قرآن اور مفسرین سے ترجمہ اور دیگر امور میں اختلاف کیا ہے۔ اس اختلاف میں مفسر موصوف نے دلائل کے ساتھ رد اور پھر اس کا متبادل بھی پیش کیا ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے اختلاف کرنے والوں کا نام نہیں لیا
بلکہ ان کا ذکر مبہم انداز سے پیش کیا ہے۔

آیت ﴿۔۔۔إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾[60] (بے شک اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے)۔ کے تحت تحریر کرتے ہیں: عموماً مفسرین ومترجمین کرام "قدیر" کا ترجمہ "قادر" کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر شئی پر "قادر" ہے، حالانکہ صفت "قدیر" کے کلمے میں جو مبالغہ اور زور ہے وہ لفظِ "قادر" میں نہیں ہے۔ اگر "قدیر" قادر کے معنی اور مفہوم میں ہوتا، تو اسی کو کیوں نہ اختیار کیا جاتا؟ اسی لیے مفسر علام نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ "بے شک اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے"[61]۔

﴿فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ﴾[62] (پھر اس نے نکالیں اس کے ذریعے طرح طرح کی پیداواریں (اپنی قدرت کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے تمہاری روزی رسانی کے لیے)

حرف جار "من" اور اس کے معنی سے مرتب ہونے والے معنی کے کے بارے میں لکھتے ہیں: یہاں پر ﴿مِنَ الثَّمَرَاتِ﴾ میں جو ﴿مِنَ﴾ ہے یہ تبعیضیہ نہیں جیسا کہ اہل بدعت کے بعض بڑے حضرات[63] نے سمجھا، اسی بنا پر انھوں نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ اس سے "تمھارے کھانے کو کچھ پھل نکالے" تو پھر سوال یہ ہے کہ ان "کچھ پھلوں" کے علاوہ باقی جو بے حد وحساب پھل اور پیداواریں دنیا میں وجود میں آئیں اور پائی جاتی ہیں، پہلے بھی تھیں اور آج بھی ہیں، وہ کس نے نکالیں اور پیدا کیں؟ ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَأَنَّى تُؤْفَكُونَ﴾[64] (لوگو! ہوش کے ناخن لو) کیا اللہ کے علاوہ اور بھی کوئی خالق ہے یا ہو سکتا ہے؟ جو تمہیں روزی دیتا ہو آسمان اور زمین سے؟ آخر تمہاری مت کہاں اور کیوں ماری جا رہی ہے؟) پس ﴿مِنَ الثَّمَرَاتِ﴾ کا من تبعیضیہ نہیں استغراقیہ ہے جیسے کہ موقع ومقام کا تقاضا ہے۔ پس ﴿مِنَ الثَّمَرَاتِ﴾ بیان ہے ﴿رِزْقًا﴾ کا اور بیان کی تقدیم اپنے مبین پر جائز ہے[65]

اسی طرح سورۃ البقرۃ آیت ﴿وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ... أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ...﴾[66] میں مذکور ﴿جنّٰت﴾ کا معنی مفسر علامؒ نے "عظیم الشان جنتیں" کیا ہے۔ ان کے بقول: عموماً جنت کا ترجمہ اردو تراجم میں "باغوں" سے کیا جاتا ہے اور باعتبارِ لغت اس کا ترجمہ ہے بھی یہی۔ لیکن عام عرف میں جو تصور

باغ کے لفظ سے ذہن میں آتا ہے، جنت کے سامنے اس باغ کی کوئی حیثیت ہی نہیں کیونکہ جنت کے بارے میں تمام نعمتیں کے ہمارے پاس اس دنیا میں محض نام ہیں۔۔۔لہذا ہم نے جنت کا ترجمہ "عظیم الشان جنتیں" کے الفاظ سے کیا ہے[67]۔ اور ﴿أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ﴾ (ایسی بیویاں ہوں گی جنھیں (ظاہری و باطنی ہر طرح کے عیب و نقص سے) پاک کر دیا گیا ہو گا)۔ لفظ پاکیزہ کی توضیح ان الفاظ میں کرتے ہیں: "اردو تراجم میں عام طور پر اس لفظ کا ترجمہ "پاکیزہ" کے لفظ سے کیا جاتا ہے، جب کہ پاکیزہ "طاہرۃ" کا ترجمہ ہے جبکہ یہاں "طاہرۃ" نہیں ﴿مُطَهَّرَةٌ﴾ فرمایا گیا ہے، اور ان دونوں لفظوں میں بڑا فرق ہے۔ ہم نے اپنے ترجمہ کے اندر اسی فرق کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے[68]۔

اردو محاورے، فارسی و عربی محاورے، تراکیب و اشعار کا استعمال

تفسیر "عمدۃ البیان" اردو ادب کا بھی ایک شاہکار ہے۔ مفسر علام کی ادیبانہ اسلوب کی بھی حامل ہے۔ تفسیر میں جا بجا خوبصورت اردو، عربی اور فارسی حتی کہ انگریزی تعبیرات، روزمرہ، محاورے اور اشعار پائے جاتے ہیں۔ مزید توضیح کے لیے تفسیر عمدۃ البیان سے چند ایک مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

لذت ایمان سے سرشار شخص کے سفر آخرت کے بارے میں علامہ مدنی فرماتے ہیں:

لذت ایمان سے سرشار اس طرح رخصت ہوتا ہے کہ

"چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست۔ کا منظر پیش کر رہا ہوتا ہے[69]۔

ایک دوسرے مقام پر مفسر علام فرماتے ہیں: بہر حال اس کی شان ہے کہ۔

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد　　　آنچہ در ہمت نیاید آں دہد[70]

ایک مقام پر فرماتے ہیں: "کیونکہ سعادت مندوں کی صفت و شان یہی ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کو اور ان کے حال و مآل کو دیکھ کر عبرت پکڑتے ہیں۔ جیسا کہ مشہور ہے:

"السعید من وعظ بغیرہ"[71]۔

یہودیوں سے متعلق فرماتے ہیں: سو اسی طرح مت مار کر رکھ دی جاتی ہے ان لوگوں کی جو راہ حق و ہدایت سے سرتابی کرتے اور جان بوجھ کر منہ موڑتے ہیں[72]۔

مسلمان معاشرے جرم کے عدم احساس کو بیان کر کے فرمایا:

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا　　کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا۔

ایک مقام پر رقمطراز ہیں: "اہل بدعت آئے دن اس طرح کے اعلانات و بیانات وغیرہ سے اپنی بے باکیوں اور غوغہ آرائیوں کا اظہار کرتے رہتے ہیں کہ: "ہم مقام مصطفیٰ متعین کر کے رہیں گے"، ہم مقام مصطفیٰ بیان

کر کے چھوڑیں گے" وغیرہ وغیرہ۔ تو کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا۔ کہاں عظمت و مقام مصطفیٰ اور کہاں علوم قرآن و سنت کے انوار سے محروم و بے بہرہ یہ ابنائے شرک و بدعت، جو انوار توحید و سنت سے محروم اور ظلماتِ جہل میں غرق ہیں[73]۔

یہودیوں کے بارے میں ایک مقام پر فرمایا:

"ذرا سوچو اور اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو کہ تمہارے کرتوت کیا ہیں اور تم خبط کیسے کیسے رکھتے ہو؟ یہ منہ اور مسور کی دال؟ شرم تم کو مگر نہیں آتی[74]۔

انگریزی لفظ کا اردو میں استعمال:

قرآن کے اردو تراجم پر اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بلکہ عذاب مہین" فرمایا گیا ہے

جس کا فٹ ترجمہ ہے۔ "رسوا کن عذاب" مگر پتہ نہیں یہ حضرات اس فٹ ترجمہ کو چھوڑ کر "ذلت کے عذاب" کا ترجمہ کیوں اختیار کرتے ہیں۔

آج کل بھی یہاں پر عربوں کے درمیان تحمیل کا یہ لفظ لوڈنگ، ان لوڈنگ کے لیے استعمال ہوتا ہے[75]۔

نہ دوسرے کسی کے نیک اعمال کا کریڈٹ اس کو ملے گا اور نہ دوسرے کسی کی برائیاں اس کے کھاتے میں ڈالی جائیں گی[76]۔

شیخ [مصلح الدین بن عبد اللہ] سعدیؒ (م ۱۲۹۱ء/ ۱۲۹۲ء) کا ایک شعر مع ترجمہ نقل کیا:

دوست من نزدیک تر از من است   ویں عجیب تر کہ من از و دورم[77]

(میرا محبوب تو میری جان سے بھی بڑھ کر مجھ سے قریب ہے۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ میں پھر بھی اس سے دور ہوں)۔

جب شرم و حیا ختم ہو جائے تو پھر جو مرضی کرو، اسی کو فارسی میں کہتے ہیں: "بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن"[78]۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بیان میں فرمایا:

ففي كل شيء له شاهد   يدلّ على أنه واحد

نیز جیسا کہ فرمایا گیا کہ زمین سے اگنے والی ہر انگوری اس کی وحدانیت کی گواہی دے رہی ہے۔

ہر گیاہے کہ از زمین روید   وحدہ لاشریک می گوید[79]

جیسا کہ فرمایا گیا: الدنيا مزرعة الآخرة (دنیا آخرت کی کھیتی ہے)[80]۔

قرآنی تفہیم کے ذریعے اصلاح معاشرہ

مفسر موصوف کی زندگی کا بیشتر حصہ تبلیغ و ارشاد اور وعظ و نصیحت میں گزرا اس لیے ان کی تفسیر میں اصلاح معاشرہ، امر بالمعروف والنہی عن المنکر، اور دعوت و ارشاد پر مبنی تحریرات کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔ جہاں بھی معاشرے کی اصلاح کا کوئی پہلو سامنے آتا ہے مفسر اس کی نشاندہی کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی تدبیر بھی بتاتے ہیں۔ اور بعض اوقات ان آیات پر عمل کے حوالے سے اپنی زندگی کے تجربات بھی اپنی تحریر کا حصہ بناتے ہیں جس میں ترغیب و ترہیب اور تذکیر کے بہت سے پہلو موجود ہوتے ہیں۔ یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ مفسر موصوف نے بہت سے ایسی تجاویز، مشورے اور اصولی باتیں بھی اس ضمن میں ذکر کی ہیں جو اصلاح معاشرہ کے لیے راہنما اصول کا درجہ رکھتی ہیں۔ اس تفسیر کے دعوتی پہلو پر الگ سے ایک مقالہ مرتب کیا جا سکتا ہے۔ تاہم اس مختصر مطالعہ میں زیادہ مثالوں کے ذکر کی گنجائش تو نہیں ہے لیکن ایک مثال سے مفسر موصوف کا انداز ملاحظہ کیجیے:

فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾[81] (اور لوگوں سے اچھی بات کہو)

کی تفسیر میں مولانا مدنی فرماتے ہیں: الناس کا لفظ عام ہے۔ مومن غیر مومن سب ہی کو شامل ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ ہر کسی سے اچھائی اور بھلائی ہی کی بات کرو خواہ وہ کوئی مومن ہو یا غیر مومن۔ اور بھلی بات میں بنیادی طور پر تین باتیں آتی ہیں۔ ایک یہ کہ بات حق اور سچ ہو۔ دوسرے یہ کہ حق بات کہتے ہوئے نیت بھی بھلائی اور خیر خواہی کی ہو۔ تیسرے یہ کہ کہنے کا انداز بھی درست ہو۔ تو خلاصہ یہ ہوا کہ حق کہو، حق کے لیے اور حق کے ذریعے۔ بالفاظ دیگر۔ '' الجهر بالحق لی و به '' الحمد للہ آج سے کوئی بیس اکیس سال قبل ہم نے اپنی جماعت کے ایک لیٹر پیڈ پر انہی کلمات کو نصب العین اور ماٹو کے طور پر طبع کرایا تھا۔۔۔ اگر آج اسی ﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾ پر صحیح طور پر عمل کر لیا جائے تو معاشرے کی اصلاح میں ایک انقلابی نوعیت کی تبدیلی آ سکتی ہے، مگر افسوس کہ آج مسلمان اس کے علم اور اس سے استفادہ کرنے سے محروم اور بے بہرہ ہے۔ اس کو اس کا پتہ ہی نہیں کہ اس کا دین اس کو کیا سکھاتا، بتاتا اور ہدایت کرتا ہے[82]۔

مذاہب کا تقابلی مطالعہ

قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر دوسرے مذاہب کا ذکر ہے۔ مفسر موصوف نے ان مذاہب کے بارے میں کلام کیا ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے دیگر مآخذ جیسے امام ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ)، امام ابن حزمؒ (م ۴۵۶ھ)، رحمت اللہ کیرانوی (م ۱۸۹۱ء) اور تقی عثمانی اور سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ (م ۱۹۷۹ء) کی تالیفات سے استفادہ کیا ہے[83]۔

عالم اسلام کے مسائل کی نشاندہی

کئی مقامات پر مولانا اسحاق خان المدنی نے عالم اسلام کے موجودہ مسائل، ان کی کسمپرسی اور کفار کی ریشہ دوانیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ مثال کے طور پر آیت:﴿الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ...﴾(84) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس آیت کے تحت اللہ تعالی کے عہد کی مراد کی توضیح کرنے کے بعد عہدوں کو توڑنے اور ان کے تقاضوں کو پس پشت ڈال کر من مانی کرنا فاسقوں اور بدکاروں کا وطیرہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ آج کل بوسنیا ہرزگوینا کے نہتے اور مظلوم مسلمانوں پر سرب قوم کی طرف سے توڑے جانے والے کھلے اور ہولناک مظالم ہیں۔ اور یہ سب حقوق انسانی کا ڈھنڈورا پیٹنے والی استعماری قوتوں کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے(85)۔ اس کے علاوہ دیگر نظریات جیسے کمیونزم، سرمایہ دارانہ نظام وغیرہ کا رد بھی ان کے منہج کا حصہ ہے لیکن اس ضمن میں انہوں نے زیادہ تفصیل سے کام نہیں لیا۔

مولانا محمد اسحاق خان المدنی کا اسلوب نگارش

مفسر موصوف نے اپنی تفسیر میں مختلف اسالیب بیان اختیار کیے ہیں۔ ضرورت تو اس امر کی ہے کہ ان اسالیب کو مثالوں سے مزین کیا جائے لیکن یہ مقالہ اس تفصیل کا متحمل نہیں۔ ذیل کی سطور میں مفسر موصوف کے چند ایک اسالیب کو بغیر مثالوں کے نکات کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے:

ا۔ مفسر موصوف نے اپنی تفسیر میں جدید طریقہ اختیار کرتے ہوئے مختلف موضوعات کو علیحدہ علیحدہ عناوین کے تحت ذکر کیا ہے۔ اور ہر جلد کے آغاز میں انہی عناوین کی فہرست بھی مرتب کی گئی ہے۔

ا۔ تفسیر "عمدۃ البیان" میں مفسر کا اسلوب بیان مدلل ہے۔ انہوں نے اپنے دعاوی کو قرآن وحدیث اور دیگر دلائل سے بھرپور مزین کیا ہے۔

۲۔ مفسر نے علمی اسلوب اختیار کیا ہے۔ جس سے خاص اہل علم ہی صحیح طور پر مستفید ہوسکتے ہیں۔ عام آدمی اس تفسیر کے مشکل الفاظ وتراکیب اور دقیق نکات کو نہیں سمجھ سکتا۔

۳۔ مفسر موصوف نے کئی مقامات پر مخالفین کے رد میں جارحانہ انداز اختیار کیا ہے۔

۴۔ کئی مقامات پر انہوں نے سوالیہ انداز بیان بھی اپنایا ہے۔

۵۔ مفسر موصوف کے اسلوب نگارش میں تحقیقی انداز بھی ہے۔ تاہم انہوں نے تحقیق کے جدید مناہج واسالیب کو اختیار نہیں کیا۔

۶۔ تلمیحات، اشعار اور محاورات کا استعمال بھی مفسر موصوف کا ایک اسلوب ہے جو کلام کے حسن میں مزید اضافے کا باعث بنتی ہے۔

۷۔ مفسر موصوف کے اسالیب نگارش میں سے ایک مسلسل اور متواتر اسلوب یہ ہے کہ وہ کلام الہی کی فہم کے مطابق ہر موقع پر اپنے تاثرات اور انفعالی کیفیت کا اظہار کرتے ہیں۔ اگر کہیں کسی برائی، عذاب، جہنم یا متعلقات جہنم کا تذکرہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی پناہ کے طالب ہوئے۔ کہیں خوشی، انعام، جنت یا متعلقات جنت کا ذکر ہوا تو اس پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اس کے طالب ہوئے۔ اپنے ان تاثرات کا اظہار انہوں نے عام طور پر عربی میں کیا ہے۔ سزائے الہی کے ذکر کے موقع پر: والعیاذ باللہ العظیم من غضب الجبار و عقابه[86]، العیاذ باللہ جل و علا، والعیاذ باللہ العظیم[87] نیک اعمال اور خوشی کے ذکر کے موقع پر الفاظ دیکھیے: فإیاه نسأل سبحانه و تعالیٰ التوفیق لمایحب ویرضیٰ و علیٰ مایحب و یرضیٰ جل جلاله و عم نواله[88]۔

ملاحظات

اس تفسیر کے بیان منہج سے اس کی خوبیوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ تفسیر کن خوبیوں اور صفات کی حامل ہے لیکن اس کے ساتھ اس تفسیر سے متعلق چند ایک امور قابل غور ہیں:

۱۔ کئی مقامات پر مفسر موصوف نے دیگر مصادر سے استفادہ کیا لیکن ان کا حوالہ تک ذکر نہ کیا جیسا کہ سورہ آل عمران کی ابتدائی آیات کی تفسیر میں انہوں نے مولانا مودودیؒ کی تفہیم القرآن سے استفادہ کیا لیکن اس کا کوئی حوالہ ذکر نہیں کیا حالانکہ انہوں نے اپنے منہج میں یہ ذکر کیا ہے کہ انہوں نے باحوالہ معلومات ذکر کی ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنے اہل زیغ و ضلال کے علماء کے مواقف کو ذکر کیا لیکن جن مصادر سے انہوں نے استفادہ کیا ان کا ذکر تک نہ کیا۔ پھر مصادر کے حوالہ جات میں بھی کوئی ایک طریقہ اختیار نہیں کیا گیا مصدر کے بارے پوری معلومات دی گئیں[89] اور کہیں یکسر اس کو نظر انداز کر دیا گیا[90]۔

۲۔ مفسر موصوف نے اپنی تفسیر میں مخالفین کے خلاف بہت جارحانہ اور بعض اوقات طنزیہ انداز اختیار کر کے دعوت و ارشاد کے قرآنی اصول "وقولوا للناس حسنا" کی مخالفت کی ہے۔ جس کی دعوت خود مفسر موصوف نے دی ہے۔

۳۔ ترجمہ قرآن کی تحریر میں تحت الآیات ذکر کرنے کا اسلوب اختیار کیا گیا جس سے وہی خرابی کہ "نظم قرآنی کہیں اور ترجمہ کہیں" پیدا ہوئی۔ باوجود ترجمہ کی خوبیوں کے قاری کے لیے اس سے استفادہ کرنا مشکل ہے۔

۴۔ کتابت کی اغلاط بہت کم ہیں لیکن بہت سے مقامات پر کچھ اخطاء تسلسل کے ساتھ واقع ہوئی ہیں۔ جیسے لفظ: ان شاء اللہ کو بار بار انشاء اللہ لکھا گیا(91)۔

۵۔ مذکور تفسیر میں کئی مقامات پر اردو الفاظ کا بریکٹ میں انگلش ترجمہ کیا گیا ہے تاہم کئی عام فہم اردو الفاظ کا انگلش میں ترجمہ بلاضرورت اور بے معنٰی سا معلوم ہوتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ کئی مقامات پر ان تراجم میں خطاء بھی پائی جاتی ہے(92)۔

نتائج تحقیق

اس مطالعے کے نتیجے میں جو نکات سامنے آتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مولانا اسحاق خان مدنیؒ کی قرآنی تفہیم قدیم تفسیری مآخذ کو اردو میں ڈھالنے کی کوشش ہے۔

۲۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن میں قدیم وجدید مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۳۔ قدیم مصادر سے استفادے کے ساتھ اس تفسیر میں جدید معاصر قرآنی تراجم وتفاسیر پر نقد بھی کیا گیا ہے۔

۴۔ دعوتی پس منظر میں لکھی گئی یہ تفسیر جدلیاتی اسلوب کو بھی اپنے پہلو میں لیے ہوئے ہے۔

۵۔ تفسیر عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن اس معنی میں ایک جامع تفسیر ہے کہ اس میں تفسیر کے اکثر پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔

۶۔ مفسر علام نے قرآنی تفہیم کو معاصر تناظر کے ساتھ مطابق کر کے پیش کرنے کی سعی کی ہے۔

۷۔ ان کی تفہیم قرآنی عقائد میں اہلسنت وجماعت، فقہ میں حنفی فقہی اصول کے گرد گھومتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 [1] ۔ ابو طاہر محمد اسحاق خان المدنی بن سردار خان ولی خان بن سردار نواب خان ۱۹۴۴ء کو پاکستان کے زیر انتظام کشمیر کے ضلع سدھنوتی کے مجاہد خیز علاقے منگ کے ذیلی گاؤں "چھلاڑ گہل" میں پیدا ہوئے۔ آپ مذہبا حنفی اور عقیدہ کے اعتبار سے اہل السنۃ والجماعۃ سے ہیں۔ جامعہ بنوریہ اور دارالعلوم کراچی کے علاوہ وہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے بھی فارغ التحصیل تھے۔ دعوت وارشاد کے ساتھ قرآن مجید کی انہوں نے تین تفاسیر لکھیں: (۱) "اوجز البیان فی تفسیر القرآن" المعروف مدنی حمائل: یہ چھوٹے حجم کی مختصر حواشی پر مشتمل تفسیر ہے لیکن یہ تفسیر منظر عام پر ابھی تک نہیں آسکی ہے۔ (۲) "زبدۃ البیان فی تفسیر القرآن" المعروف تفسیر مدنی الکبیر ایک بڑے سائز کی ایک جلد پر مشتمل یہ تفسیر متوسط درجے کی ہے۔ جس میں مذکور بالا تفسیر "اوجز البیان" کی طرح نہ تو مختصر ہے اور نہ طویل۔ (۳)۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن۔ اسی تفسیر کا تحقیقی مطالعہ اس مقالے کا موضوع ہے (المدنی، محمد اسحاق خان، نعمت قرآن اور اس کے تقاضے (راولپنڈی: ایس پی پرنٹرز، ط۲، ۲۰۰۷)،

۸۷۔۹۸۔ المدنی، محمد اسحاق خان (م ۲۰۱۸ھ)، تحفۃ العلوم والحکم بشرح خمسین من جوامع الکلم (راولپنڈی: ایس ٹی پرنٹرز، ط ۳، ۲۰۰۱ء)، فیوض الرحمٰن، حافظ، ڈاکٹر، مشاہیر علماء، لاہور: حفیظ پریس، ج ۲، ص: ۶۴۵۔)

2 ۔ نعمت قرآن اور اس کے تقاضے، ۹۹۔۱۰۲۔

3 ۔ ایضاً۔

4 ۔ نعمت قرآن، ۱۱۱۔۱۱۵۔

5 ۔ امام ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم ، مقدمة في أصول التفسير (بیروت: دار المكتبة الحياة، ۱۹۸۰ء)، ۳۹۔ امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر، الإكليل في استنباط التنزيل، تحقیق: سیف الدین عبد القادر (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ط ۱، ۱۴۰۱ھ۔۱۹۸۱ء)، ۱۲۔

6 ۔ سورۃ الفاتحۃ: ۱:۷۔

7 ۔ سورۃ النساء: ۴:۶۹۔

8 ۔ سورۃ الفجر: ۸۹:۲۶۔۲۷۔ عمدۃ البیان، ۱:۶۲۔

9 ۔ سورۃ الحاقۃ: ۶۹:۴

10 ۔ سورۃ الحج: ۲۲:۲

11 ۔ عمدۃ البیان، ۷:۱۸۸۔

12 ۔ سورۃ الجن، ۷۲:۱۴۔

13 ۔ سورۃ طٰہٰ، ۲۰:۱۱۲۔

14 ۔ سورۃ الزلزال: ۹۹:۷۔۸۔

15 ۔ عمدۃ البیان، ۷:۲۷۰۔۲۷۱۔ مزید مثالوں کے لیے دیکھیے: ۷/۱۸۹، ص: ۷/۳۴، ۱۲۳، ۱۲۱

16 ۔ محمد اسحاق خان المدنی، عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ۱:۱۰۸۔ فرمانِ الٰہی: ﴿فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۲:۳۷) میں ﴿كَلِمَاتٍ﴾ کے مصداق کے تعین میں جمہور مفسرین کے اقوال ذکر کیے اور امام حاکمؒ (م ۴۰۵ھ) کی مستدرک ذکر کردہ ایک روایت: "یارب أسألک بحق محمد" (اے رب میں محمد کے واسطے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں) کو محدثین کے اقوال کی روشنی میں ضعیف، واہی جب کہ امام ذہبی کے حوالہ سے موضوع روایت قرار دیا۔

17 ۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ۱:۳۸۲۔۳۸۳۔

18 ۔ ایضاً، ۱:۱۴۹۔

19 ۔ ایضاً، ۱:۳۸۴۔

20 ۔ سورۃ البقرۃ، ۲:۲۷۹۔

21 ۔۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن ۱:۳۸۴ مزید دیکھیے: ۱:۱؛۲۰۱۔

22 ۔ ایضاً، ص:۵۲۸۔

23 ۔ ایضاً، ج:۷، ص:۲۰۵۔

24۔ ایضاً، ۱٦۴:۷۔

25۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ۷:۱۳۷

26۔ ایضاً، ۷:۱۵۹

27۔ سورۃ البقرۃ، ۲:۱۵

28۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ۱:٦۷

29۔ سورۃ البقرۃ، ۲:۸۸

30 ۔ سورۃ حم السجدۃ، ۴۱:۵۔

31 ۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ۱:۱۷۸۔

32 ۔ سورۃ البقرۃ، ۲:۷۹

33 ۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ۱:۱٦۵۔

34 ۔ سورۃ العلق، ۹٦:۱٦۔

35۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ۷/۷٦٦۔ بلاغت کی مثال کے لیے ملاحظہ کیجیے: محمد اسحاق خان المدنی، عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ج:۱، ص:۷۷۴، علوم عربیہ کی مزید مثالوں کے لیے دیکھیے: ج:۷، ص:۲۰٦۔۲۰۷۔

36۔ اس تفسیر کی خصوصیات واسلوب بیان کرتے ہوئے نمبر ۱۰ میں فرماتے ہیں: اہل زیغ وضلال اور جملہ اصحاب فتنہ وفساد، خاص کر اہل شرک وبدعت، کی مغالطہ آمیزیوں اور تحریفات کا بھی حتی الوسع والمقدور نوٹس لیا گیا ہے جس کی طرف اہل حق کے تراجم و تفاسیر میں بالعموم اور بوجوہ آج تک کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی۔ (دیکھیے: محمد اسحاق خان المدنی، نعمتِ قرآن، ص:۱۳)۔

37۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ج:۱، ص:۱۵۷۔

38۔ سورۃ البقرۃ، ۲:۸۔

39 ۔ عمدۃ البیان، ج:۱، ص:۵۸۔ اہل بدعت کا رد کے لیے مزید مثالیں ملاحظہ کیجیے: ج:۱ ص؛۴۲، ۵۲، ۴۳، ٦۴، ٦۷، ۱۸۰، ۴۳۱،

40 ۔ سورۃ التحریم، ٦٦:۱۰۔

41 ۔ عمدۃ البیان، ۷/۱۲۲۔

42 ۔ سورۃ البقرۃ، ۲:۴۔

43 ۔ قادیانیوں کی تاویل و تفسیر مفسر موصوف نے درج نہیں کی۔

44 ۔ محمد اسحاق خان المدنی، عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ج:۱، ص:۵۳۔

45 ۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ج:۱، ص:۱۹۷۔

46 ۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ج:۷، ص:۱۳۷، مزید ملاحظہ کیجیے: عمدۃ البیان، ج:۷، ص:۶۳۴۔

47 ۔ سورۃ البقرہ، ۲:۲۳۲۔

48 ۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ج:۱، ص:۳۸۱، شان نزول کی مزید مثالوں کے لیے ملاحظہ کیجیے: ج:۱، ص:۳۸۱، ۵۱۴،

49 ۔ سورۃ المزمل، ۷۳:۲۰۔

50 ۔ عمدۃ البیان، ج:۷، ص:۳۰۳۔ بیان نسخ آیات کی مزید مثالوں کے لیے دیکھیے: ج:۱، ص:۳۸۷، ۳۹۷،

51 ۔ ایضاً، ج:۱، ص:۴۷۔۴۸، ۴۸۱۔۴۸۲۔

52 ۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ج:۱، ص:۱۰۶۔ اس اصول کی بہت سے مقامات میں تطبیق کی گئی ہے دیکھیے: عمدۃ البیان، ج:۷، ص:۴۰۱ زمین کی پیدائش کو سات آسمانوں کی مثل قرار دینے پر یہ اصول بیان کیا گیا کیونکہ ابہام اس بات میں ہے کہ زمین کس چیز میں آسمانوں کے مثل ہے۔ تو اس پر یہ اصول بیان کیا گیا۔ اسی طرح ایک مقام پر ایک شخص کے بارے میں ابہام تھا کہ وہ کون ہے تو اس پر مختلف مفسرین کے اقوال بیان کرنے کے بعد اسی قاعدے کے تحت آیت کے مفہوم کو قرآن مجید میں مذکور مبہم شخص کی صفات کے مطابق ہر شخص پر منطبق کیا۔ (عمدۃ البیان، ج:۷، ص:۱۶۲)۔

53 ۔ سورۃ الفجر، ۸۹:۲۔

54 ۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ج:۷، ص:۵۷۹۔۵۸۰۔

55 ۔ سورۃ البقرۃ، ۲:۲۴۶۔

56۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ج:۱، ص:۴۰۰، ۴۰۸، ۵۸۸، انہی آیات کی تفسیر میں تابوت کے بارے میں اسرائیلی روایات پر مبنی بہت سی معلومات پیش کی گئی ہیں۔

57 ۔ سورۃ البقرۃ، ۲:28۔

58 ۔ مترجم نے ان الفاظ کے ساتھ ترجمہ کیا ہے: پھر وہی تمھیں موت دیتا ہے (اور دے گا) پھر وہی تمھیں زندگی بخشتا ہے (اور بخشے گا)۔ اگر مفسر علام کی توجیہ کا اعتبار کیا جائے جس پر انہوں نے یہ ترجمہ مرتب کیا ہے تو زیادہ مناسب تھا کہ ترجمہ یوں ہوتا۔ وہی تمہیں موت دیتا رہتا ہے اور دیتا رہے گا اور وہی تمہیں زندگی بخشتا رہتا ہے اور بخشتا رہے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ملاحظہ کیجیے: عمدۃ البیان، ج:۱، ص:۱۵۸۔

59 ۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ج:۱، ص:۹۶۔۹۷۔ اسی بیان کو دوسرے مقام پر ملاحظہ کیجیے: عمدۃ البیان، ج:۱، ص:۱۵۸۔

60 ۔ سورۃ البقرۃ، ۲:۲۰۔

61 ۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ۱:۵۷۔

62 ۔ سورۃ البقرۃ، ۲:۲۲۔

63 ۔ اس سے مراد مولانا احمد رضا خان بریلویؒ (م ۱۹۲۱ء) ہیں کیونکہ یہ ترجمہ ان ہی کا ہے۔ (دیکھیے: احمد رضا خان بریلوی، کنزالایمان، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ص:۱۰)۔

64 ۔ سورۃ الفاطر، ۳۵:۳۔

65 ۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ج:۱، ص:۸۰۔

66 ۔ سورۃ البقرۃ، ۲:۲۵۔

67 ۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ج:۱، ص:۸۶۔

68 ۔ ایضاً، ج:۱، ص:۸۸۔ مزید مثالوں کے لیے ملاحظہ ہو: عمدۃ البیان، ج:۱، ص:۹۷، ۱۴۴، ۱۵۵، ۱۸۳، ۱۹۲، ۱۹۶، ۳۰۲، ۳۶۶، ۴۷۱، ۴۹۱، ۵۰۷، ۵۲۸، ۸۷۷، ج:۷، ص:۱۲۷، پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کے ترجمہ آیت وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ کا رد دیکھیے: ج:۷، ص:۶۴۱،

69 ۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ج:۱، ص:۱۱۱۔

70 ۔ ایضاً، ج:۱، ص:۱۲۹۔

71 ۔ ایضاً، ج:۱، ص:۱۵۱۔

72 ۔ ایضاً، ج:۱، ص:۱۶۳۔

73 ۔ ایضاً، ج:۱، ص:۱۹۱۔

74 ۔ ایضاً، ج:۱، ص:۱۷۱۔

75 ۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ج:۱، ص:۴۷۹۔

76 ۔، عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ج:۱، ص:۴۷۸۔

77 ۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ج:۱، ص:۳۰۵۔

78 ۔ ایضاً، ج:۱، ص:۳۳۷۔

79 ۔ ایضاً، ج:۱، ص:۵۰۲۔

80 ۔ ایضاً، ج:۱، ص:۵۱۹۔

81 ۔ سورۃ البقرۃ، ۲:۸۳۔

82 ۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ج: ا، ص: ۱۷ا مزید مثالوں کے لیے دیکھیے: ۱۷۶، ۱۷۷، ۳۰۶، ۳۸۲، ۳۸۳، ۴۷۰،۴۶۸، ۴۰۱، ۵۱۴، ۵۲۷، ۸۶۵۔۸۶۶،

83 ۔ ایضاً، ج: ا، ص: ۱۶۱، تفسیر "عمدۃ البیان" میں تقابل ادیان کے بارے میں مزید دیکھیے: ج:ا، ص: ۴۱۵، ۴۸۴(مولانا مودودیؒ سے استفادہ لیکن بلا حوالہ)، ۵۴۲، ۵۴۹۔ ۵۵۲، ۵۶۰ومابعد،

84 ۔ سورۃ البقرۃ، ۲:۲۷۔

85 ۔ عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ج: ا، ص: ۹۳۔ اسی مضمون کی مزید مثالوں کے لیے دیکھیے: عمدۃ البیان، ج:ا، ص: ۱۰۴، ۶۱۰، ۴۹۴۔

86 ۔ ایضاً، ج:ا، ص:۶۸۔

87 ۔ ایضاً، ج:ا، ص:۲۰۰، مفسر کا یہ اسلوب تفسیر کے ہر صفحہ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

88 ۔ ایضاً، ج:ا، ص:۶۹۔ یہ اسلوب بھی تفسیر کے ہر صفحہ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

89 ۔ ایضاً، ج:ا، ص:۷۶۔

90 ۔ ایضاً، ج: ا، ص: ۳۹، اس میں حدیث کا حوالہ سرے سے دیا ہی نہیں گیا۔ اسی طرح محمد اسحاق خان المدنی، عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ج:ا، ص: ۴۱ میں آیات کے دلائل میں آیات کا حوالہ درج کیا گیا لیکن ج: ا، ص؛ ۴۳ میں بہت سی آیات بغیر کسی حوالہ کے درج کی گئیں۔

91 ۔ ایضاً، ج:ا، ص:۴۱، سطر نمبر: ۱۴۔ مزید ملاحظہ کیجیے: ج:۷، ص:۱۰۵، سطر: ۱۲(الفاظ کا تکرار)۔

92 ۔ ملاحظہ کیجیے: محمدی کتاب کا ترجمہ "Muhammad on Book" جبکہ محمدی شریعت کا ترجمہ "Muhammad on Law" کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ "Muhammadan Book" اور "Muhammadan Law" ہونا چاہیے تھا۔ (محمد اسحاق خان المدنی، عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، ج:۷، ص:۲۰۹، ۲۱۰۔) اسی طرح عربی لفظ تعمیم جس کا اردو معنی گشتی چٹھی اور سرکلر ہوتا ہے (جالبی، جمیل، ڈاکٹر، قومی انگریزی اردو لغت، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ط:۶، ۲۰۰۶، ص: ۳۵۹)۔ اس کا ترجمہ مفسر موصوف نے "Circulor" کے اسپیلنگ کے ساتھ کیے ہیں حالانکہ اس کے اسپیلنگ "Circular" ہیں۔